اسلام کے عدالتی نظام کا جائزہ مکی ومدنی ادوارِ رسالت کے تناظر میں

عبیداللہ[1] ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد [2]

Abstract

Judiciary is one of the main institutions of the state that function parallel to the Executive and the Legislature. In this paper, the Judicial System of Islam, focusing on comparative analysis of the Judicial Systems functioning in Makka and Maddina during the Life of the Prophet has been analyzed. It draws picture of the Judicial Norms prevalent before Islam that settled disputes among the tribes in Arab society. Having a view of the Pre-Islamic era, the paper covers the Judicial Principles adopted by the Prophet, Muhammad (PBUH) in Makka and comparing the same with the era when the prophet along with his companions settled in Maddina. The Quranic revelations in respect of the Justice, Principles of Justice and applying legal codes provide conceptual understanding the way Islam proceeds with codifying human life. The Comparison of the Verses revealed in Makka provide foundation to the Islamic Judicial System that was formally established when the Islamic State or Government in Maddina was formed.

کائنات ارض و سما کا یہ نظم اور موزونیت اس کے نظام عدل پر قائم ہونے کی دلیل ہے ۔ کائنات کے اس نظام عدل کا عکس انسانی معاشرہ میں شعوری و اختیاری طور پر نمایاں نظر آتا ہے ۔ کسی بھی معاشرے کی بقا و ارتقا کا ضامن عدلیہ ہوتی ہے۔انسان کو چونکہ فطرت سلیم پر پیدا کیا گیا ہے ۔ یہ فطرت سلیم ہی دراصل اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے ۔ اس فطرت کا لازمی تقاضا عدل اور اس کا قیام بالفعل ہے کیونکہ انسان اس فطرت کے اعتبار سے متلاشی حسن ہے اور اس آرزوکا اظہار قرآن عظیم الشان میں بھی کیاگیا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (1)

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی ، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا"۔

حسنہ قرآن عظیم الشان کی بڑی ہی ذو معنی اور جامع اصطلاح ہے ۔ جو جملہ انسانی معاملات کو محیط ہے ، حسنہ کی یہ طلب و جستجو انسان میں فطری طور پر ودیعت کر دی گئی ہے ۔ عدل کا قیام بھی اسی آرزو و جستجو کی تشفی ہے جو انسان ارادی طور پر اپنے معاشرہ میں قائم کرکے معاشرہ کو فساد سے بچاتا ہے ۔ عدل چونکہ خود حسن ہے اور حسین نظام ہے جو انسان کی فطری جستجو ہے۔ اس حکمت کے پیش نظر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کو عدل کے قیام کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

" إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ "(2) "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"۔

مذکورہ بالا نص قرآن کو مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے بڑے ہی بلیغ پیرائے میں واضح فرمایا ہے :

"عدل کا تصور دو مستقل حقیقتوں سے مرکب ہے ۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو ۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے" -(3)

عدل چونکہ ایک فطری ضرورت ہے اور پورے کائنات کا نظام اسی پر قائم ہے چنانچہ اقوام عالم میں عدل کے قیام کے لیے باقاعدہ طور پر اداروں کا قیام عمل میں آیا اور عدلیہ کا ادارہ کسی نہ کسی شکل میں قائم رہا ہے ۔ چونکہ زیر بحث مسئلہ کا تعلق اسلامی عدلیہ کو مکی و مدنی ادوار رسالت میں سمجھنا ہے اس لیے عرب میں شعبہ عدلیہ کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

---

[1] ۔ ایم فل اسکالر یونی ورسٹی آف بلوچستان
[2] چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف بلوچستان

جیسا کہ عرب قبائل میں بھی عدلیہ کا ادارہ باقاعدہ طور پر قائم تھا۔ یہ ادارہ لوگوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرکے معاشرے میں توازن برقرار رکھنے کاکام کرتا تھا۔ خواہ اس دور میں اس ادارہ کی شکل کوئی بھی ہو اور خود اپنی اپنی ارتقا کے کسی بھی مرحلے میں کیوں نہ ہو قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اس کا تصور اور شعور انسانوں میں ضرور موجود رہا ہے ۔

قبل از اسلام کے دور کا اگر جائزہ لیا جائے تو بنیادی طور پر عرب معاشرہ ایک قبائلی معاشرہ تھا۔ اور اس بنا پر مکہ معظمہ ایک شہری ریاست تھی جو مختلف صیغہ(شعبہ) جات پر مشتمل تھی جس کا انتظام و انصرام مختلف قبائل کے ہاتھ میں تھا ۔ عدلیہ کے شعبہ کے لئے کوئی باضابطہ نظام تو نہ تھا۔ البتہ اہل مکہ اپنے تنازعات کے تصفیے کے لئے کسی قبائلی رہنما یا کاہن اور صاحب اصابت رائے رکھنے والے کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور ایک رائے کے مطابق دار الاسرہ اور دار الندوہ جس کی حیثیت ایک قومی جلسہ گاہ کی تھی اہل مکہ اپنے مقدمات میں اس جانب رجوع کرتے تھے۔ تاریخی شہادتوں سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

" قریش تمام سماجی ، اقتصادی، سیاسی، تجارتی اور قانونی مقدمات مشورہ اور فیصلہ کے لیے وہیں (دارالندوہ) لاتے۔ مقدمات کی سماعت ہوتی اور مناسب کاروائی تجویز ہوتی"۔(4)

دارالندوہ کی حیثیت ایک ایسے ادارہ کی تھی جہاں شہری ریاست کے تمام امور طے پاتے تھے مذکورہ بالاتصریح سے مکہ معظمہ کے عدالتی تنظیم کے ابتدائی نقوش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔الماوردی نے بھی اپنی کتاب میں قبل از اسلام کے عدالتی نظام پر روشنی ڈالی، موصوف رقمطراز ہیں:

مکی آبادی کے ہر ضلع میں اپنا ادارہ عدل تھا۔ جو دارالندوہ کی طرز پر قائم تھا۔ دارالندوہ مکہ کی مرکزی اور سب سے بڑی عدالت تھی۔ (5)

قبل از اسلام کے عدالتی نظام کو پروفیسر رفیع اللہ شہاب اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں :

''سردار کے علاوہ ہر قبیلے کا ایک قاضی بھی ہوتھا جسے وہ حکم کہتے تھے۔ وہ قبیلے کے مختلف افراد کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ قبیلے کےرسم و رواج اور اپنے تجربات کے مطابق کرتا تھا۔ چنانچہ کتاب اغانمیں زمانہ جاہلیت کی مشہور شخصیت اکثم بن صیفی کے متعلق لکھاکہ وہ بھی ایک ایسے ہی قاضی تھے، زمانہ جاہلیت کے عرب، اسکی سمجھ کے مقابلے میں کسی کی سمجھ کو اور اس کے فیصلے کےمقابلے میں کسی کے فیصلے کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔عربی ادب کی کتاب میں تلاش کرنے سے ہمیں نظر آتا ہے کہ زمان جاہلیت کے عرب کبھی تو اپنے تنازعات کے فیصلوں کےلیے قبیلے کے سردار کے پاس جاتے تھے، اور کبھی اس مقصدکے لئے کاہن کا دروازہ کھٹکاتے تھے۔ بعض اوقات وہ ایسے شخص سے بھی اپنے تنازعات کےفیصلے کے لئے درخواست کرتے تھےجوعمدگی رائے اور اصابت رائے میں ان کے ہاں مشہور ہو جاتا تھا"۔(6)

ایک انجمن جو معاشرتی ناانصافیوں کے خلاف اور عدل و انصاف کی فراہمی کے لیے وجود میں آئی حلف الفضول کے نام سے موسوم ہے۔ اس تنظیم کا مقصد عدل و انصاف کی فراہمی تھا یہ ایک ایسے دور میں وجود میں آئی جب دارالندوہ غیر فعال ہو کر رہ گیا تھا اور انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہورہے تھے ۔ حرب الفجار کی پے در پے لڑائیوں کے باعث حق تلفیاں ہو رہیں تھیں اور عوام الناس کو انصاف کی فراہمی نہیں ہو رہی تھی۔ اس انجمن کی وضاحت ابن ہشام نے تاریخی روایات کی بنا پر کچھ اس طرح فرمائی ہے:

"حلف الفضول کے متعلق زیاد بن عبد اللہ البکائی نے محمد بن اسحاق سے روایت بیان کی کہ قریش کے بعض قبائل نے ایک دوسرے کو ایک حلف کے لئے طلب کیا اور سب کے سب عبد اللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی کے گھر اس کی عزت اور اس کی عمر کے سبب جمع ہوئے اور اس کے پاس بنی ہاشم بنی مطلب اور اسد بن عبدالعزی اور زہرہ بن کلاب نے قسمیں کھائیں اور اس بات پر معاہدہ منعقد ہوا کہ مکہ میں وہ کسی مظلوم کو پائیں گے تو اس کی امداد کو کھڑے ہو جائیں گے خواہ وہ مظلوم مکہ کا رہنے والا ہو یا دوسرے لوگوں میں سے کوئی وہاں آیا ہو۔ اور جس نے ظلم کیا ہے اس کا مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ وہ مظلوم کو اس کا حق لوٹا دے قریش نے اسی معاہدے کا نام حلف الفضول رکھا"۔(7)

حلف الفضول کی یہ انجمن بھی مکہ معظمہ کی سوسائٹی میں عدلیہ کے کردار کی حامل ایک انجمن تھی جیسا کہ بتایا گیا ہے اور تاریخی روایات سے بھی ثابت ہے کہ عدلیہ کا باقاعدہ کوئی منظم ادارہ موجود نہ تھا البتہ لوگ اپنے مقدمات دارالندوہ ، دارالاسرہ (ضلعی کونسل) یا کسی باثر قبائلی و مذہبی رہنما کے پاس لے جایا کرتے تھے انہی میں سے یہ انجمن اس غرض سے وجود میں آئی جو حلف الفضول کے نام سےجانی جاتی ہے جس کا ذکر مذکورہ بالا اقتباس میں کیا گیا ہے۔

قبل از اسلام کے عدلیہ کا جائزہ اس مقصد کے لئے پیش کیا گیا تاکہ مکی و مدنی دور میں عدلیہ کے نظام اور اس پر قبل از اسلام کی عدلیہ کے اثرات کا جائزہ لیا جاسکے۔

مکی دور رسالت میں نازل ہونے والے عدالتی احکام کا اساسی تصور(نظری پہلو)

مکی دور اسلامی احکام کے نزول کا عبوری دور تھا تاہم اس دور میں نازل ہونے والے احکام اساسی و اصولی نوعیت کا درجہ رکھتے ہیں ۔ یہ اساسی احکام پورے نظام کے خاکے اور ڈھانچے کی حیثیت رکھتے ہیں امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب الموافقات میں ایک کلی اصول کی توضیح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے:

اذ رایت فی المدنیات اصلا کلیا فتاملہ تجدہ جزئیا بالنسبۃ الی ما ھو اعم عنہ، اوتکمیلا لاصل کلی، و بیان ذالک ان الاصول الکلیۃ التی جاءت الشریعۃ بحفظھا خمسۃ وھی الدین والنفس ، والعقل ، النسل، المال۔ (8)

" جب آپ مدنی احکام میں کسی کلی اصل کو دیکھیں تو اس میں غورکرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ خود کسی بڑی اصل کی جزئی یا اس کی تکمیل ہے جو اس سے زیادہ عام ہے اور اس کی وضاحت یوں ہوسکتی ہے کہ وہ اصول کلیہ جن کی حفاظت کے لیے شریعت آئی ہے وہ پانچ ہیں۔ وہ دین ، نفس ، عقل ، نسل اور مال ہیں"۔

مذکورہ بالا اصول کا اطلاق جملہ احکام پر ہوتا ہے ۔ اس اصول کی روشنی میں مکی و مدنی دور رسالت کی عدلیہ کے نظام کو بہتر طور پر بنیادی ماخذ (قرآن) ہی سے سمجھا جاسکتا ہے ۔ ان ادوار کا موازنہ عدلیہ کے ضمن میں نازل ہونے والے بنیادی و اساسی تعلیمات کے تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ذیل میں مکی دور رسالت میں نازل ہونے والی عدالتی امور سے متعلق آیات پیش کی جارہی ہیں جن سے مکی دور رسالت میں عدالتی امور کے موازنہ میں مدد ملے گی اور مکی دور رسالت میں عدالتی امور میں نازل ہونے والے احکام کا بطور عبوری و اساسی اور پھر مدینہ میں اس کے عملی نفاذ اور باقاعدہ اس پر تشکیل پانے والی عدلیہ کا جائزہ لینے اور اس کی درست نوعیت جاننے میں مدد ملے گی۔چناچہ اس ضمن میں ارشاد ہوا ہے:

’’وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ۔ اَلَّا تَطْغَوْا فِيْ الْمِيزَانِ۔ وَاَقِيْمُوْا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوْا الْمِيزَانَ۔(9)

اسی نے آسمان بلند کیا اور اس نے ترازو رکھی۔ تاکہ تم تولنے میں تجاوز نہ کرو۔ انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تو ل میں کم نہ دو۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ اللہ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئَ ذِیْ الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآ وَ الْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُم لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(10)

اللہ تعالیٰ عدل کا ، بھلائی کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے ، وہ خود تمہیں نصحیتیں کررہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اسی نوعیت ایک اور آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

’’ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيمِ اَلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوْا الْكَيْلَ وَالْمِيزَ انَ بِالْقِسْطِ لَانُكَلِّفُ اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی وَبِعَهْدِ اللہ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ‘‘ (11)

" اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاو مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کر انصاف کے ساتھ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابتدار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو، ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے"۔

" قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ................"(12)

آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ. . . . . '' (13)

اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے ، سو جب ان کا وہ رسول آچکتا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہ اِلَّا بِالْحَقِ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرَفُ الْقَتْلِ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا (14)

اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہر گز نا حق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مارڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہیے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا مکی دور میں نازل ہونے والے عدالتی احکامات سے عدلیہ کی نوعیت واضح ہوتی ہے ۔ مکی دور میں نازل ہونے والی آیات اساسی نوعیت کی حامل آیات ہیں جس سے اسلامی عدلیہ کے تمام (اصول و مبادی) طے پاتے ہیں۔ ان آیات سے آزاد و باوقار عدلیہ کا اساسی ڈھانچہ تشکیل پاتا ہے۔ انہی اصولوں کے پیش نظر مکی دور میں پیش آنے والے تنازعات کا تصفیہ اور اس اساسی قانون کی تشریحات رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آزاد عدلیہ کا تصور:

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی

عدلیہ حکومت کا اہم ترین شعبہ ہے کسی بھی حکومت میں عدلیہ کو ممتاز حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ یہ قانون کی تشریح کرتی ہے اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزادیتی ہے۔ اگر عدلیہ اپنے فرائض صحیح طور پر انجام نہ دے تو معاشرے کا نظام درہم برہم ہوجائے۔ لیکن عدلیہ اپنے فرائض سے اسی صورت میں صحیح طور پر عہدہ برآں ہوسکتی ہے جب وہ ہرقسم کے دباو سے آزاد ہو۔اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفسر قرآن قاضی ثنا اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"اس جملہ سے مقصود بھی جنبہ داری اور جھوٹی شہادت دینے کی ممانعت تاکید کے ساتھ کرناہے، یہاں تک کہ گمان اور راجح خیال کی بنیاد پر بھی شہادت دینا ناجائز ہے بلکہ شہادت کے لئے پورا یقین ہونا ضروری ہے۔ لفظ شہادت (حضور اور معاینہ) اسی پر دلالت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا تھا جھوٹی شہادت شرک کے مساوی ہے(---) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قاضی تین (قسم کے) ہوں گے، ایک جنت میں جائے گا اور دو دوزخ میں۔ جنت میں وہ قاضی جائے گا جس نے حق کو پہچانا اور حق کے مطابق ہی فیصلہ کیا اور جس نے حق کو پہچان لیا مگر فیصلہ میں ظلم کیا وہ دوزخ میں جائےگا اور جس نے جہالت کے باوجود فیصلہ کیا وہ بھی دوزخ میں جائے گا"۔(15)

زیر بحث نص کی وضاحت پیر کرم شاہ الازہری نے بھی فرمائی جس سے آزاد عدلیہ کے تصور کو مزید تقویت ملتی ہے :

"عدل و انصاف کی تاکید بلیغ کی جارہی ہے کہ خواہ تمہارے قریبی رشتہ داروں کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو میزان عدل میں جھکاو رونما نہ ہو"۔(16)

موجودہ دور میں مہذب و متمدن عدلیہ آزاد عدلیہ کو ہی کہا جاتا ہے۔ عدلیہ کے قیام کی اولین شرط آزادی ہے، جس ریاست کی عدلیہ آزاد ہوتی ہے وہاں لوگوں کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں مکی دور میں نازل ہونے والی مذکورہ آیت میں عدلیہ کی اسی آزادی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو کہ عدلیہ کے

لئے اساسی حیثیت کا حامل اصول ہے۔ اور اس کے بغیر عدلیہ کے قیام اور پھر اس کے تقاضوں کا حصول ممکن نہیں ہے۔ عدلیہ کی آزادی کا یہ اساسی اصول مکی دور ہی میں نازل ہوا اور عدلیہ کا ابتدائی خاکہ مکی دور رسالت ہی میں تشکیل پایا۔

اسلامی عدلیہ کے فرائض کا مکی دور رسالت میں اجمالی جائزہ:

عدلیہ کے اولین فرائض سے عدل و انصاف کا قیام ، حقوق کا تحفظ جیسے حق زندگی، تحفظ مال وغیرہ ان جملہ فرائض کے اساسی اصول و ضوابط جن کی بنا پر پورے اسلامی عدلیہ کا ڈھانچہ تشکیل پانا تھا مکی عہد میں طےپاگئے ۔

قانون سازی :

’’ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

اسلامی عدلیہ کا ایک فریضہ قانون شرعی کے واضح نہ ہونے کی صورت میں قانون کی تشریح کرنا بھی ہے یا کوئی ایسا مقدمہ سامنے آجائے جس کے متعلق شریعت خاموش ہو تو قاضی اپنی مجتہدانہ بصیرت کو کام میں لاتے ہوئے اسلامی احکامات کی پوری روح کو اپنے سامنے رکھ کر قانون سازی کرتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر میں کچھ یوں رقمطراز ہیں:

> ”یہ رسول خدا کی عدالت بن کر آئے اور ان کے ذریعے سے اس قوم کے درمیان حق و باطل کا فیصلہ کر دیا گیا“۔(17)

حدود کے علاوہ تعزیرات قاضی کی ایما پر ہوتے ہیں۔ اسلامی عدلیہ کے اس اہم فریضہ کی طرف مکی دور میں نازل ہونے والی مذکورہ بالا آیت کے ذریعے اشارہ ملتا ہے۔

آئین شرعی(قانون وحدیث ، اجماع و قیاس) کی محافظ:

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآ وَ الْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُم لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

مذکورہ بالا آیت قرآنی میں آئین شرعی سے بغاوت کرنے والوں کے لئے ایک اصولی حکم موجود ہے جو اسی عدلیہ ہی کے ضمن میں نازل ہوا ہے۔ اسی طرح عدلیہ آئین شرعی کی تشریح کرتی ہے۔ اور مختلف اداروں کے باہمی فرائض و حقوق کو قانون شرعی کے دائرہ میں لاتی ہے۔ یہ اساسی و اصولی حکم بھی مکی دور میں نازل ہوا جو شرعی عدلیہ کے طریق کار اور ڈھانچہ کی مکمل وضاحت کرتا ہے۔

ان احکامات کا مقصد اسلامی جماعت کی تنظیمی تربیت تھی۔ اور اس جماعت کو اس قابل بنانا تھا کہ وہ اسلامی عمارت(ریاست) کے بنیادی لوازمات اور اصولوں سے آشنا ہو کر مستقبل میں اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں سے بھر پور فائدہ اٹھا کر اسلامی مشن کی تکمیل کر سکے جو ’’تکمیل دین‘‘ کا غماض ہو۔ پھر یہ حقیقی ماڈل تاقیامت آنے والی نسلوں کے لئے رہنمائی کاکام دے سکے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی تفسیر میں اس نص کی بڑی عمدہ تعبیر پیش کی ہے مولانا رقمطراز ہیں :

> ”اللہ تعالیٰ تین برائیوں سے روکتاہے جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے کو خراب کرتی ہیں“۔(18)

اسی بنا پر مکی دور میں اسلامی معاشرہ کی تنظیم سازی کے لئے احکامات کا نزول ہوتا رہا جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ اس سے مقصود اہل ایمان کی تنظیمی تربیت تھی تاکہ وہ مدینہ میں قائم ہونے والی خلافت الٰہی کو چلانے کے اہل ہوسکے۔ مکی دور میں فکری بنیادوں پر اسلامی جماعت کی تربیت کی گئی۔

مدنی دور رسالت میں عدلیہ کی تنظیمی تشکیل و تاسیس (بالفعل):

مدنی دور اسلام کے عروج و غلبے کا دور ہے۔ مدینہ میں اسلام کے تنظیمی امور کے عملی نفاذ کے لیے ساز گار فضا میسر آگئی تھی۔ مکی دور میں عقائد و عبادات کی آیات کے نزول کے ساتھ ساتھ انتظامی و قانونی امور کے لئے بھی ابتدائی نوعیت کی نظری آیات کا نزول ہوتا رہا۔ جس کا مقصد

صحابہ کرام کی فکری تربیت تھی۔ جبکہ اس کے برعکس مدینہ کی شکل میں اہل ایمان کو ایک اسلامی حکومت میسر آگئی۔ جس کے منتظم خود آپ ﷺ کی ذات اقدس تھی۔رسول اللہ ﷺ نے جس نظام کی تشکیل فرمائی اس نظام کا اولین تقاضہ نظام عدل کا قیام تھا جس کی اہمیت کے متعلق ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ اس نظام کی اہمیت کے پیش نظر ایک اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اس کی سب سے بڑی ذمہ داری آزاد عدلیہ کا قیام ہے جو کہ حکومت کے لیے فرض عین کا درجہ رکھتی ہے۔عدلیہ کی اہمیت کو ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بڑی صراحت کے ساتھ واضح فرمایا ہے اور اسے انبیائے کرام علیھم السلام کے شعار کے طور پر پیش کیا ہے، ڈاکٹر غازی مرحوم فرماتےہیں:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کو خلافت الٰہی اور نیابت خداوندی کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے ساتھ ہی جو سب سے پہلا فریضہ ان پر عائد کیا وہ لوگوں کے مابین حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کا حق تھا۔ اسی وجہ سے مفسرین نے لکھا ہے کہ اسلام نظام عدل کا قیام، اسلامی ریاست کی اولین فرائض میں سے ہے اسلامی ریاست کے سربراہ کے لئے یہ چیز فرض عین کا درجہ رکھتی ہے کہ وہ اسلامی اصول کے مطابق ایک ایسی عدلیہ قائم کرے جو لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کی ذمہ داریاں پوری کرے، دوسری طرف عامۃ المسلمین کے لئے یہ چیزیں فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر کسی ملک میں عدالتیں قائم نہ ہوں یا قائم توہوں مگر اسلامی عدل کی بنیاد پر فیصلے نہ کر رہی ہوں تو پوری امت مسلمہ گناہ گار ہوگی"۔ (19)

مدنی دور میں عدلیہ کی سرکاری سطح پر تنظیمی تشکیل ہوئی اور بالفعل عدلیہ کے شعبے کا قیام عمل میں لایا گیا۔ قضاۃ کا تقرر ہوا اور اسلامی ریاست کی وسعت کے پیش نظر ہر علاقے کے لئے علیحدہ علیحدہ قاضیوں کا تقرر ان کی علمی فضیلت اور مجتہدانہ بصیرت کے پیش نظر کیا گیا۔ جن فکری بنیادوں کی طرف مکی دور میں اشارہ کیا گیا اور عدلیہ کے لئے جن اساسی احکام کا نزول ہوا انہی خطوط پر مدینہ میں عدلیہ کے شعبہ کا قیام عمل میں آیا۔ عدلیہ کے لیے باقاعدہ طور پر احکام کا نزول مدینہ میں مزید صراحت اور عملی نفاذ کے حوالے سے ہوا۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلَحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰى اَمْرِ اللہ فَاِنْ فَآئَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللہ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ-(20)

اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرادیا کرو پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتے ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔اگر لوٹ آئے تو پھر عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے عدلیہ کے کردار اور فضیلت کی وضاحت کرتے ہوئے مذکورہ بالا نص کے ضمن میں ایک روایت اپنی تفسیر میں رقم کی ہے :

"امام ابن ابو حاتم نے عبد اللہ بن عمروسے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : (ان المقسطین فی الدنیا ، علی منابر من لولو بین یدد الرحمن بما اقسطوا فی الدنیا) یقینا دنیا میں عدل و انصاف کی وجہ سے رحمان عزوجل کے سامنے موتیوں سے بنے ہوئے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے "۔(21)

مذکورہ بالا آیت میں مکی دور میں نازل ہونے والی آیت کے برعکس اسلامی عدلیہ کے مکمل اختیار کی وضاحت ہوتی ہے اور عدلیہ کے پورے تنظیمی ڈھانچہ اور مکینزم پر روشنی پڑتی ہے - اسلامی عدلیہ جو کہ حکومت الٰہیہ کا ایک اہم شعبہ ہے کو مکمل طور پر بااختیار ہونا چاہیے۔ اس آیت سے اس دور میں قائم عدلیہ کی واضح مثال موجود ہے کہ عدلیہ کا کام لوگوں کے باہمی تنازعات کا تصفیہ کر کے امن کو یقینی بنانا ہے اگر پھر بھی وہ گروہ باز نہ آئے تو ایسی صورت میں اسلامی حکومت کا انتظامی شعبہ پوری قوت سے باغی گروہ سے اس کی فساد انگیزی سے روکنے کے لئے قتال کرے گا۔

مکی دور میں اس قسم کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی کیونکہ مکی دور میں اسلامی جماعت کمزور تھی اور ان کے پاس باقاعدہ ریاست کی قوت موجود نہ تھی جس سے وہ احکامات الٰہی کا نفاذ کرتے ۔عدلیہ کے ضمن میں علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں۔

’’آپﷺ کے عہد مبارک میں عہدہ قضاۃ قائم ہو چکا تھااور حضرت علیؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل کو آپ ﷺ نے خودیمن کا قاضی مقرر فرما کے بھیجا تھا۔ تاہم مدینہ اور اس کے حوالی و مضافات کے تمام مقدمات کا آپﷺ خود فیصلہ فرماتے تھے اس کے لئے کسی قسم کی روک ٹوک اور پابندی نہ تھی۔ امام بخاری نے ایک خاص باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے ۔ باب ما ذکر ان النبی ﷺ یکن لہ بواب یعنی آنحضرت ﷺ کے دروازے پر کوئی دربان نہ تھا۔ اس بنا پر گھر کے اندر بھی آپ ﷺ اطمینان وسکون کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تھے، عورتوں کے معاملات عموما زنان خانہ ہی میں پیش ہوتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں آپﷺ کے فیصلوں کا اتنا ذخیرہ موجود ہے کہ اگر ان کا استقصا کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہوجائے۔ عموما احادیث کی کتاب البیوع میں دیوانی کے مقدمات اور کتاب القصاص والدیات وغیرہ میں فوجداری کے مقدمات مذکور ہیں۔‘‘(22)

مذکورہ بالا عبارت سے مدینہ میں قائم عدالتی شعبہ اور اس کے طریق کار پر روشنی پڑتی ہے۔ جس سے مکی و مدنی دور کی عدلیہ کا واضح خاکہ سامنے آجاتا ہے، اسلامی عدلیہ کے تمام بنیادی خدوخال واضح ہو جاتے ہیں، مدنی دورمیں حکومتی اداروں کے قیام اور ان کے ذریعے قوانین کے نفاذ کے تمام عملی پہلو واضح ہو جاتے ہیں جو کہ اسلامی نظام کے لیے واجب الاتباع ہیں۔

انسان کامل ﷺ کے مصنف ڈاکٹر خالد علوی اپنی کتاب میں اسلامی عدلیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فوجداری نوعیت کے مقدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطرز ہیں۔

’’ اگرچہ قرآن مجید میں تمام جرائم گنوائے گئے ہیں اور ہر جرم کی سزا متعین کی گئی ہے تاہم رسول اکرمﷺ نے فوجداری قانون کے ایسے اصول متعین کیے ہیں جو قانون کی تاریخ و ادب میں نہایت قیمتی اثاثہ ہیں۔ مثلاً: ۱۔ اگر کسی حاملہ عورت کے خلاف جس کے رحم میں بچہ ہو سزا صادر ہو تو سزا کی تعمیل میں اس وقت تک تاخیر کی جائے ، تمام ملکوں میں یہ قانون آج بھی رائج ہے۔۲۔ آپ ﷺ نے ایسے مقدمات میں سمجھوتے کی اجازت نہیں دی جن کے بارے میں جرم کی سزا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئی ہو۔ ایک مرد نے ایک عورت سے بدکاری کی اور اسے تاوان ادا کر دیا ۔ آنحضرت ﷺ نے تاوان واپس کرنے کے لیے حکم دیا اور مرد کو مقرر سزا دی گئی۔۳۔ آپ ﷺ نے بیوی کو یہ اجازت دی کہ وہ اپنے خاوند کی جیب میں سے اس کی اجازت کے بغیر اتنی رقم نکال لے جو گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لئے ضروری ہو اسے چوری تصور نہیں کیا ۔ ۴۔ آپ ﷺ نے فوجداری مقدمات میں پیش آنے والی سفارشات کی مذمت کی اور فرمایا کہ جو بھی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ سزاوں میں ذرا نرمی برتنے کی سفارش کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے۔‘‘(23)

مذکورہ بالا اقتباس سے مدنی دور میں عدلیہ کی انتظامی تشکیل و تنظیم پر روشنی پڑتی ہے اور اس کی نوعیت کی وضاحت ہوتی ہے اور مکی دور میں تمام اصولی وکلی احکام کی واضح جھلک اس دور میں نظر آتی ہے ۔ جس میں فکری بنیادوں پر عدلیہ کی تنظیم سازی ہوئی۔ نیز اس اقتباس سے نبی کریم ﷺ کی بطور قاضی مقدمات کے فیصلوں کے لئے ذاتی اجتہاد پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔ جو کہ ایک قاضی کی لازمی خصوصیت ہے۔ تعزیری قوانین کا اجرا بھی اسی دور میں ہوا جس میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام کا اجتہاد بھی شامل ہے ۔

فروعی احکام پر عدالتی نظام کی تشکیل:

مدنی عہد رسالت جو کہ تاسیس و تشکیل بالفعل کا عہد ہے، اس عہد میں مکی و مدنی عہد کے عدالتی احکام سے متعلق فروعات پر پورے عدالتی نظام کی تشکیل ہوئی۔ عدالتوں کی درجہ بندی، قضاۃ کے اوصاف، اختیارات وفرائض، عدالتی کاروائی کے لوازمات و اصول، نیم عدالتی ادارے اور ان کا کردار جیسے دیگر اہم مراحل طے ہوئے۔ عدالتی نظام کا ڈھانچہ تشکیل دینے کے لیے باقاعدہ طورپر فقہائے کرام نے فقہ میں ادب القاضی کے عنوانات قائم کر کے تمام مسائل و احکام کی توضیح و توضیع فرمائی۔ اس نظام کی ابتدائی نوعیت و شکل آپﷺ کےبعض فیصلوں میں ملتی ہے۔ جس سے اسلامی عدلیہ کے اساسی و اصولی نوعیت کے احکام کا استنباط ہوتا ہے ۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس نوعیت کے چند اہم فیصلوں کا ذکر اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے جس کا ذکر کرنا یہاں بے جانہ ہوگا۔

" زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام اور ایک انصاری کے درمیان آبپاشی کا جھگڑا تھا جس کا تعلق سنگستان مدینہ کی ایک نالی سے تھا۔ آپﷺ نے پہلے تو ایک ایسا حکم دیا جس میں دونوں کے لیے آسانی تھی، چنانچہ آپﷺ نے زبیررضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"زبیر! پہلے تم اپنے باغ کو پانی دو جب وہ سینچا جاچکے تو پھر پانی کو پڑوسی کے باغ کی جانب جانے دو۔" اس پر وہ انصاری بروفروختہ ہوا (وہ اپنے زعم باطل میں یہ سمجھتا تھا کہ معاذ اللہ آپﷺ نے زبیر کی جانب داری کی اور کہنے لگا یہ فیصلہ آپنے اس لیے دیا یعنی زبیر کے استحقاق کو مقدم رکھا کہ وہ آپ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا ہے) آنحضرتﷺ نے اس نکتہ چینی کو سن کر فرمایا:"پانی کو اس وقت تک روکے رکھو کہ باغ میں پانی بھر کر چاردیواری کی بنیادوں تک پہنچ جائے۔"

بالفاظ دیگر آپﷺ نے زبیر کو سیرابی کا پورا حق دے دیا (پہلے حکم میں انصاری کی خاطر کو ملحوظ رکھا تھا۔)"(24)

اس نوعیت کی ایک حدیث حضرت امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں روایت کی ہے آپﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

"عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت رسول اللہ ﷺ انکم تختصمون الی و لعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو مما اسمع منہ فمن قطعت لہ من احق اخیہ شیئا فلا یاخذہ فانما اقطعہ لہ بہ قطعۃ من النار"

ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میرے پاس مقدمہ لاتے ہو۔ اور تم میں سے کوئی دوسرے سے زیادہ اپنی بات کو ثابت کرتا ہے اور میں اس کے موافق حکم دیتا ہوں پھر جس کو میں اس کے بھائی کا حق دلاوں (اور نفس الامر میں اس کا کوئی حق نہ ہو) تو اس کو نہ لے۔ کیونکہ میں ایک جہنم کا ٹکڑا اسے دلا رہا ہوں۔"(25)

نبی کریم ﷺکے زیر نظر مقدمہ اور مذکورہ بالا حدیث میں عدلیہ کے وقار و مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔ کہ عدالت کے وقار کو کسی بھی صورت مجروح کرنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں۔ اور اس طرح کے دیگر مقدمات اسلامی عدلیہ اور قانون سازی کے لیے ماخذ و مصدر کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان مقدمات کی روشنی میں عدالتی نظام کو استوار کیا جاسکتا ہے ، یہ مقدمات عملی مثالوں کا درجہ رکھتی ہیں ۔

نتائج و تجاویز:

اہل ایمان کا استخلاف فی الارض کے بعد سب سے اہم فریضہ عدالتی نظام کا قیام ہے۔ اہل علم کے مطابق اسلامی حکومت کے لیے عدلیہ کا قیام فرض عین کا درجہ رکھتا ہے۔ اسلام میں عدالتی نظام کے قیام کے لیے مکمل عملی ماڈل موجود ہیں جو فطری طورپر دو طرح کے حالات (موافق یا مخالف) کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پہلی قسم یعنی موافق حالات غلبے و اقتدار سے عبارت ہیں جبکہ دوسری قسم کے حالات اضطراری یا احکام کی جزوی تنفیذ کے حالات سے عبارت ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے مکمل طور پر رہنمائی موجود ہے۔ اسلامی عدالتی نظام کی نظیر عصر حاضر کی مہذب و متمدن اقوام پیش کرنے سے قاصر رہی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی عدلیہ کے مکی و مدنی ادوار کو بنیاد بنا کر عصر حاضر میں از سر نو اسلامی روح کے عین موافق عدالتی نظام پر غور کیا جائے تاکہ عدل وانصاف کی فراہمی کو یقینی بناتے ہوئے امت مسلمہ میں برپا فساد انگیزی کا خاتمہ کیا جاسکے۔ اس شعبہ کے ماہرین کی انجمن بنائی جائے جو درپیش مسائل و چیلنجز کو سامنے رکھ کر ان کا حل تلاش کریں اور عدالتی بحران سے نکلنے کی راہ ہموار ہو سکے۔

عدلیہ کے شعبہ میں پیش رفت اور عدالتی امور میں پیچیدگیوں کے پیش نظر مکی و مدنی ادوار کا موازنہ عدالتی مسائل کے حل میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان ادوار کے دقیق و عمیق تجزیے اور موازنہ سے نہ صرف عدالتی امور اور عدلیہ کے ڈھانچے کو اسلامی اصولوں کی روح کے عین مطابق تشکیل دیا جاسکے گا بلکہ معاشرے میں عدلیہ کے شعبے میں بگاڑ کے باعث رونما فساد سے بھی نجات مل سکے گی۔

حوالہ جات:

1۔ سورۃ البقرۃ : 2: 201
2۔ سورہ النحل 16: 90

3. تفہیم القرآن، سید ابو الاعلیٰ مودودی2: 565،2005
4. "سیرۃ النبیﷺ" ابو محمد عبد الملک بن ہشام ج1، ص 93 ، 2013
5. الماوردی، "الاحکام السلطانیہ " مترجم سید محمد ابراہیم (حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ 1931)، ص 11
6. شہاب، رفیع اللہ(پروفیسر)، اسلامی ریاست کا عدالتی نظام، (لاہور: قانونی کتب خانہ ۱۹۹۸) ص ۱۸ تا ۲۰
7. "سیرۃ النبیﷺ" ابو محمد عبد الملک بن ہشام ج1، ص 115۔
8. الموافقات فی اصول الشریعۃ، امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، ج 3، ص 56، 2006
9۔سورہ الرحمن ۵۵: ۷۔۹
10۔سورہ النحل ۱۶: ۹۰
11. سورہ الانعام۶: ۱۵۲
12. سورہ الاعراف ۷ : ۲۹
13. یونس۱۰: ۴۷
14. بنی اسرائیل (۱۷) : ۳۳
15. تفسیر مظہری ، قاضی ثنا اللہ پانی پتی، ج4 ، ص 162،1991
16. ضیا القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری،ج1ص615،1995
17. مولانا امین احسن اصلاحی ،"تدبر قرآن" ، (لاہور: فاران فاونڈیشن 2012)،ج4، ص60۔
18. تفہیم القرآن، سید ابو الاعلیٰ مودودی2: 566،2005
19. ادب القاضی،ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص 75، 1993
20. سورہ الحجرات۴۹: ۹
21۔تفسیر ابن کثیر، امام ابو الفدا عماد الدین حافظ ابن کثیر ، ج5،ص542،
22. سیرۃ النبی ﷺ،علامہ شبلی نعمانی ، ج ۲، ص ۴۱، 1999
23. انسان کامل، ڈاکٹر خالد علوی،ص ۴۶۷، 2001
24. حجۃ اللہ البالغہ ،امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، ، ج2 ص519، 2006
25. صحیح مسلم" ۔ کتاب الاقضیۃ، باب بیان ان حکم الحاکم لیغیر الباطن، ج4، ص 343